ادارۂ ندوۃ المصنفین کی طرف سے اس کی خدمت میں اپنے جذباتِ امتنان و تشکر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

لیکن ان مظاہرِ اخلاص و محبت کا اظہار صرف یک طرفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جس طرح یہ حضرات دیوبند آئے ہیں اسی طرح حکومتِ ہند کو چاہیئے کہ وہ دیوبند کے کم از کم دو اساتذہ کو جامعۂ ازہر کی خدمت کے لئے اپنے مصارف پر مصر بھیجے تاکہ افادہ و استفادہ اور افاضہ و استفاضہ کا سلسلہ دونوں جانب سے قائم رہے جس طرح دارالعلوم دیوبند کے طلبار کو ضرورت ہے کہ وہ شیوخِ ازہر سے فیض حاصل کریں، اسی طرح جامعۂ ازہر کے طلبار کے لئے ضروری ہے کہ وہ دارالعلوم کے اساتذہ سے استفادہ کریں۔ اساتذہ کے اس تبادلہ کا اثر جہاں علمی، ادبی اور لسانی ہوگا دینی بھی ہوگا۔

اساتذہ کے تبادلے کے علاوہ طلبار کا تبادلہ بھی ہونا چاہیئے۔ کچھ طلبار ہر سال ہندوستان سے مصر جائیں اور ان کے تمام اخراجات کا تکفل حکومتِ مصر کرے۔ اسی طرح مصر سے جو طلبا یہاں آئیں ان کے مصارف حکومتِ ہند کو برداشت کرنے چاہئیں اساتذہ اور طلبار کے اس باہمی تبادلہ کا نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ اردو زبان کی بلندپایہ کتابوں کا ترجمہ عربی میں ہوگا اور ان کے ذریعہ عربی ممالک کے لوگوں کو موقع ہوگا کہ وہ ہندوستان کے علمائے محققین کے کارناموں سے واقف ہوں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ ادھر ہندوستان کو یہ فائدہ ہوگا کہ اسے عربی زبان میں نشر و اشاعت۔ عربی میں ریڈیو پروگرام اور سفارتی کاموں کے لئے خود اس میں ایسے لوگ مل جائیں گے جو ان تمام ضرورتوں کو بحسن و خوبی انجام دے سکیں گے۔

افسوس ہے پچھلے دنوں قاضی عبدالغفار صاحب مرادآبادی بھی داعیِ اجل کو لبیک کہہ کر رہ گزائے عالمِ باقی ہو گئے۔ مرحوم اردو کے نامور اور صاحبِ طرز ادیب۔ کامیاب صحافی اور بڑے خوش فکر و پُرجوش قومی کارکن تھے۔ ان کی شہرت کا آغاز بحیثیت ایک اخبار نویس کے ہوا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے مولانا محمد علی مرحوم سے باقاعدہ ٹریننگ

لی بھی اور ہمدرد کے عملہ ادارت میں شریک رہنے کے علاوہ خود اپنے بھی متعدد اخبار نکالے تھے۔ تحریک خلافت میں پیش پیش رہے اور قلم کے ساتھ زبان اور عمل سے بھی قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ تحریک خلافت کے ختم ہو جانے پر لوگ کچھ اُن کو بھول سے چلے تھے کہ پھر یکایک لیلیٰ کے خطوط نے ان کو ادبی شہرت کے آسمان پر مہر نیم روز بنا کر چمکا دیا۔ اس کے بعد انھوں نے "مجنوں کی ڈائری" "دیتی بیبہ کی چھوکری" "حیات جمال الدین افغانی" اور "حیات اجمل" وغیرہ کتابیں لکھیں جو ان کی شہرت میں برابر اضافہ ہی کرتی رہیں مرحوم بڑے شگفتہ نگار مصنف اور صاحب قلم تھے اُن کی تحریروں میں شوخی کے ساتھ سنجیدگی کا بڑا لطیف امتزاج ہوتا تھا۔ طبیعت کی رنگینی کا اثر صفحۂ قرطاس پر بھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ اپنے فکر و خیال میں بڑے پکے اور سخت قسم کے انسان تھے۔ تجارت کے سلسلے میں یورپ بھی ہو آئے تھے اور وہاں کا سفرنامہ جو نقش فرنگ کے نام سے لکھا تھا وہ بجائے خود اُردو زبان کا ایک شاہکار ہے۔ تقسیم کے بعد انجمن ترقی اُردو (ہند) کا علی گڑھ میں از سر نو قیام ہوا تو قاضی صاحب اُس کے سکریٹری مقرر ہوئے اور آخر اسی انجمن کی خدمت کرتے کرتے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ بڑے ملنسار اور خوش خلق و خوش رو تھے جس سے ملتے تھے اخلاص و محبت سے ملتے تھے اس صدی کے ربع اول کی یوپی کی تہذیب و شائستگی اور مخلوط تمدن و شستگی کے بڑے اچھے نمونہ تھے۔ بات کرتے تھے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے اور مسکراتے تھے تو گُل تر کے دامن پر شبنم کے قطرے بکھرتے تھے ہماری پرانی سوسائٹی جس میں اب پت جھڑ کا دور دورہ ہے اُس کی ایک حسین یادگار تھے۔ اب یہ محفل سونی ہوتی جا رہی ہے، پرانے بادہ آشام اُٹھتے جا رہے ہیں اور نئے بادہ کشوں میں وہ وضع اور شان نہیں۔ باقی رہے نام اللہ کا! اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت و بخشش کی رحمتوں سے نوازے۔

اُردو زبان کے مرکز جہاں سے اس کی شاخیں تمام ملک میں پھیلیں، دو ہی تھے ایک لکھنؤ اور دوسرا دہلی لکھنؤ اب تک اپنے اس حق کے لئے لڑ رہا ہے اور اس کی جنگ برابر جاری ہے۔ لیکن آثار و قرائن کہہ رہے ہیں کہ دلی کو اپنا یہ حق حاصل کرنے میں دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اردو کے حق میں اس ہمدردانہ فضا کے لئے جہاں کانگریس اور دوسری پارٹیوں کے انصاف پسند محب لائق مبارکباد ہیں۔ اس کا سب سے زیادہ کریڈٹ جناب گوپی ناتھ امن کو ملنا چاہئے جو اپنے فکر و عمل کے اعتبار سے ایک مثالی ہندوستانی ہیں اور جن کو صحیح معنی میں گاندھی جی کا پیرو کہا جا سکتا ہے۔